میرے ابو جی......!

قاری احمد فرحان بھٹی

انہیں خوش رہنے کی عادت تھی ہمیشہ
الٰہی...... اب انہیں استقامت عطا فرما

ابو جی ملنسار اور خوش مزاج طبیعت کے مالک تھے۔ایک ہی ملاقات میں لوگوں کو اپنا گرویدہ بنا لیتے تھے۔طلبہ سے جنون کی حد تک پیار کرتے' میں بچپن سے لے کر اب تک ابو جی کی زبان سے ایک ہی جملہ تکرار سے سنتا آ رہا ہوں کہ میری روحانی اولاد ہی میری حقیقی اولاد ہے۔ یہ امتیاز مجھے حاصل ہے۔ کہ روحانی کے ساتھ ساتھ حقیقی اولاد بھی ہوں اور آپ سے بڑھ کر ان طلبہ کی تربیت کا حق ہے جن کے والدین نے طلبہ کو ہمارے سپرد کیا ہے اور دن رات جب بھی ابو جی کے پاس بیٹھنے کا وقت ملتا ابو جی کو طلبہ کی فکر لگی رہتی تھی۔اور ہر لحہ طلبہ کو سہولیات فراہم کرتے اور ان کی تعلیم و تربیت کرنے میں مگن رہتے تھے۔

مجھے یاد ھے ......کہ ابو جی عبداللہ گارڈن جا رہے تھے کہ ایک حادثہ پیش آیا۔جس سے گھٹنے کا فیکچر تھا۔علاج معالجہ کے بعد رات 12 بجے حواس خمسہ بحال ہونے پر سب سے پہلے ابو جی کا یہ سوال تھا کہ طلبہ کو شام کا کھانا کھلایا؟ طلبہ سے اس قدر محبت کا یہ عالم تھا کہ ایک طرف رشتہ داری قرابت داری ہوتی اور دوسری طرف جامعہ کے امور تو ہمیں اور رشتہ داری کو پس پشت ڈال کر امور جامعہ کو ترجیح دیتے تھے۔

حتیٰ کہ تعطیلات میں بھی ایک دن گھر گزار کر عبداللہ گارڈن میں رہتے تھے یہ طلبہ سے شفقت و محبت ہی تھی رات بھر سفر کرنے کے باوجود بھی جب سفر اختتام پذیر ہوتا تب اگر کلاس کا وقت ہوتا تو سب سے پہلے کلاس میں آتے تھے۔ سابقہ حفاظ سے رابطہ کرتے تھے اور دینی

مصروفیات کے احوال معلوم کرتے تھے اور کہا کرتے تھے ”انہی طلبہ کے بارے قیامت کے دن سوال ہوگا جس میں عوام انتظامیہ اور والدین یہ طلبہ ان کی امانت ہیں اس لئے یہ طلبہ زیادہ حق دار ہیں“

اور طلبہ سے محبت ہی کا نتیجہ تھا کہ گلبرگ کے لوگ ابوجی سے اس قدر عقیدت رکھتے تھے کہ محترم جناب خاور صاحب جناح کالونی ہسپتال میں آئے اور وہ بتا رہے تھے کہ میں ہسپتال جا کر اپنے حواس گم کر بیٹھتا ہوں میں کبھی ہسپتال نہیں آیا۔ لیکن قاری صاحب کا سن کر دل بے چین تھا چنانچہ وہ ابوجی کی عیادت کے لئے آئے اور اظہار عقیدت کر رہے تھے اور میں سوچ رہا تھا کہ اگر ان کو ابوجی سے اس قدر عقیدت ہے تو وہ ابوجی کی دین کے ساتھ رغبت اور طلبہ سے محبت اور شفقت کا نتیجہ تھا۔

اور جب میں ابوجی کے سامنے زانوئے تلمذ کرتا تھا کہ میرے تین چار دن دیر سے کلاس جانے پر سزا دینے کے ساتھ مزید مجھے حفظ کے لئے مدرسۃ الفردوس کے سپرد کیا۔

خلاف سنت کام ہرگز برداشت نہ کرتے تھے حتیٰ کہ بڑے بڑے پروگرام محفلیں شادی بیاہ ہوتا شادی بیاہ کے موقع پر خلاف سنت کام کو فوری روک دیتے اور دینی تعلیم کو اجاگر کر دیتے تھے ۔اہل خانہ کو صوم وصلوٰۃ پر کوتاہی پر سخت برہم ہوتے اور بذات خود صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے۔ حتیٰ کہ آخری رات بھی کافی دیر تک باتیں کرنے کے باوجود صبح نماز تہجد ادا کی اور نماز فجر ادا کرنے کے بعد کچھ دیر گھر میں آخری گفتگو مجھ سے ہوئی اور عبداللہ گارڈن روانہ ہوئے پھر طلبہ سے سبق سبقی اور منزل سنی اور عبداللہ گارڈن سے کال آئی کہ ابوجی کی طبیعت ناساز ہے' تاہم بھائی عبداللہ گارڈن روانہ ہوئے عبداللہ گارڈن میں طلبہ سے آخری موقع پر بھی کلام پاک سن رہے تھے اور اسی دوران اپنے خالق حقیقی سے جا ملے اور ان کی یہ حسین موت ان کی کلام پاک سے محبت کا ثمر تھا اور روز قیامت اللہ رب العزت ان کو ایسے ہی قرآن سنتے سناتے اٹھائے گا ان شاء اللہ

اللهم اجعل قبره روضة من رياض الجنة

چنانچہ امت مسلمہ بالعموم اور اہل جامعہ بالخصوص ایک ایسی شخصیت سے محروم ہو چکے تھے جو اس گئے گزرے دور میں بھی خدمت خلق اور خدمت قرآن میں اپنی مثال آپ تھے۔

یہ صدمہ اعصاب شکن تھا میرا چہرہ افسردہ آنکھوں میں نمی دل میں غمی اور پاؤں ڈگمگا رہے تھے لیکن حکم خداوندی کو تسلیم کرتے ہوئے لبوں پر آہ و بکا تھی۔ بہر حال اس عظیم روح کو خراج تحسین پیش کرنے کے لئے اور خدا کے ہاں ان کی سفارش کرنے کے لئے جامعہ میں ان کے جنازے کے موقع پر دیوانہ وار لوگ دوڑتے چلے آرہے تھے ہزاروں آنکھیں آخری دیدار کو ترس رہی تھیں اور نماز جنازہ الشیخ حافظ مسعود عالم صاحب حفظہ اللہ نے پڑھائی اور مسجد جامعہ وسیع و عریض ہونے کے باوجود تنگی کا شکوہ کر رہی تھی۔ اور ابو جی سفید اجلے کفن میں ملبوس سفر آخرت پر روانہ ہونے کے لئے پر سکون لیٹے تھے اور ان کا چہرہ نورانی اور لبوں پر مسکراہٹ کے آثار نمایاں تھے۔ پھر ہم جامعہ سے بورے والہ کی طرف گئے کہ شہر کے کثیر تعداد میں لوگ دیدار کے منتظر تھے۔ شہر بورے والہ میں شیخ الحدیث حافظ عبدالعزیز علوی صاحب حفظہ اللہ نے نماز جنازہ پڑھائی اللہ تعالیٰ ابو جی کی بشری لغزشوں سے درگزر فرماتے ہوئے ان کے درجات بلند کرے اور ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے۔

اور پھر بروز جمعۃ المبارک 28 اگست کو مدرسۃ الفردوس میں ایک تعزیتی اجلاس کیا گیا جس میں لوگوں کی آنکھوں میں آنسو اور چہرے افسردہ تھے۔ چنانچہ اہل مسجد بالعموم اور حاجی محمد داؤد صاحب بالخصوص ابو جی کی جدائی کا اظہار کر رہے تھے۔

شہر چھوڑ کر جا رہا ہوں غم سے
رو رو کے کہہ رہا تھا وہ ہم سے
اب جی نہیں لگتا یہاں مشفق کے بنا
بلالؓ بھی تو کوچ کر گیا تھا حرم سے

☆......☆......☆......☆